انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی مقاصد

Divine Goals of Economic Upbringing of Man

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Ghulam Abbas
NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat, Islamabad.
E-mail:ghulamabbas.kash@gmail.com

Abstract:

The goals that a student have to reach, is the most important thing in education and upbringing. These goals are determined by educationists. The coach, through various methods, guides the students towards these goals. Similarly, our religious economic training also has some goals that are in the sight of God Almighty and these goals are addressed only in religious training. In the western economic education and training, personal and collective goals of man are taken into consideration. Whereas in religious economic training, divine goals are taken into account more than personal and collective goals.

With this background, the present paper has discussed only the divine goals of our economic education and training. The content of this article is that according to the holy Qur'an, the divine goals of a person's economic upbringing are: recognition of the essence and attributes of Allah Almighty, patience in economic trials, the feeling of poverty towards Allah, to be hopeful to Allah, instilling sincerity in one's struggle, gratitude and the goal of all of them is to promote a beliver to the level of piety where he considers his property God gifted and spends it according to his recomendations.

The goal of this research is to extract the aforementioned divine goals of economic training from the Holy Qur'an, which are related to faith in Allah, the Prophets, and the Hereafter. The method of this research is investigative in which a topic or a scientific problem is taken from the society and it is presented on the Quran and the response of the Quran is taken. The present research is written in a descriptive-analytical style.

Keywords: Eeconomics, Education, Learning Goals, Faith, Patience, Gratitude, Piety.

خلاصہ

تعلیم و تربیت میں سب سے اہم چیز، وہ اہداف ہوتے ہیں جہاں طلباء کو پہنچنا ہوتا ہے۔ یہ اہداف ماہرینِ تعلیم مشخص کرتے ہیں۔ مربّی، مختلف روشوں کے ذریعہ، طلباء کو ان اہداف تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہماری دینی معاشی تربیت کے بھی کچھ اہداف ہیں جو خداوند تعالی کے پیش نظر ہیں اور یہ اہداف فقط دینی تربیت ہی میں مدّ نظر رکھے گئے ہیں۔ مغربی معاشی تعلیم وتربیت میں انسان کے ذاتی اور اجتماعی اہداف کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ جبکہ دینی معاشی تربیت میں ذاتی اور اجتماعی اہداف سے زیادہ الٰہی اہداف کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اس پسِ منظر میں پیشِ نظر مقالہ میں ہماری معاشی تربیت کے فقط الٰہی اہداف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اِس مقالے کا مدعا یہ ہے کہ قرآن کی رو سے ایک انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی اہداف یہ ہیں: اللہ تعالی کی ذات اور صفات کی شناخت، معاشی آزمائش میں صبر، اللہ تعالیٰ کی نسبت فقر کا احساس، اللہ تعالیٰ کی نسبت حُسنِ ظَن، اپنی تگ و دَو میں خلوص پیدا کرنا، شکر گزاری اور ان سب سے مہم ہدف یہ کہ ایک دیندار انسان کو تقوی کی اُس منزل پر فائز کرنا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اُسے خدا کی طرف سے سمجھے اور خدا کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق خرچ کرے۔

اس تحقیق کا ہدف، قرآن کریم سے معاشی تربیت کے مذکورہ بالا الٰہی اہداف کا استخراج ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ، انبیاء اور آخرت پر ایمان سے ہے۔ اس تحقیق کی روش استنطاقی ہے جس میں معاشرے سے ایک موضوع یا علمی مسئلہ کو لیا جاتا ہے اور اسے قرآن پر پیش کیا جاتا ہے اور قرآن کا جواب لیا جاتا ہے۔ موجودہ تحقیق کو توصیفی۔ تحلیلی اسلوب سے تحریر کیا گیا ہے۔

مقدمہ

قرآن کی رو سے تربیت کے چند اہداف ہیں، کچھ اہداف ابتدائی ہیں، کچھ درمیانی ہیں اور ایک آخری ہدف ہے۔ معاشی تعلیم وتربیت کے تمام ابعاد میں آخری ہدف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے، تربیت کے آخری ہدف پر دوسری

کتابوں اور مقالات میں سیر حاصل بحث کی جاچکی ہے، لیکن معاشی تربیت کے درمیانی اہداف کو روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ تربیت کے درمیانی اہداف میں سے کچھ اہداف الٰہی ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ، انبیاء اور آخرت پر ایمان کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے مغربی تعلیم وتربیت میں ان اہداف کا وجود نہیں اور دینی اہداف میں سب سے مہم یہی اہداف ہیں۔ مغربی تعلیم وتربیت میں جو اہداف پائے جاتے ہیں، دینی تعلیم وتربیت میں بھی وہ اہداف پائے جاتے ہیں۔ دینی معاشی تعلیم وتربیت میں الٰہی اہداف کے سائے میں انسان کو ذاتی اور اجتماعی اہداف بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام میں انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں پر تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں یہ تصور نہیں ہے کہ ہمیشہ فرد خود کو معاشرے پر قربان کرے یا ہمیشہ ذاتی مفاد کو ہی ترجیح دے۔ اسلام کے قوانین اس طرح سے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے انسان الٰہی، انفرادی اور اجتماعی تینوں اہداف کو پالیتا ہے۔ البتہ مستقل تعارض کی صورت میں دین اسلام میں ایسے قوانین موجود ہیں جن سے یہ مشخص ہو جاتا ہے کہ کونسے مفاد کو ترجیح دی جائے، اس مقالہ میں ہم فقط الٰہی قوانین کو زیر بحث لائیں گے۔

معاشی تربیت کے اہداف

علامہ مصباح کے نزدیک تعلیم کا آخری مقصد خدا کا قرب اور خوشنودی ہے۔ اس لحاظ سے کہ تعلیم کا آخری مقصد، وہ حاصل کرنا ہے جو کسی شخص کے لیے مناسب اور مطلوب ہو۔ انسان کے کمال کا آخری درجہ خدا کی قربت اور خوشنودی کا حصول ہے۔[1] صرف خدا کی ذات کامل اور مطلق ہے۔ یہ انسان جتنا زیادہ خدا کے قریب ہو گا اتنا کامل ہوتا جائے گا۔ البتہ ڈاکٹر باقری کے مطابق تعلیم کا مقصد عبد بننا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صرف اللہ پر بھروسہ کرے اور کسی دوسرے کا اختیار قبول نہ کرے، جب وہ فقط اس مقام پر پہنچے گا اسے ہدایت ملے گی، ان کے مطابق جب انسان اللہ کا عبد بنتا ہے تو اللہ کا قرب اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔[2] عبد ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان اس مقام پر پہنچے کہ جو حکم خدا دے اس کی مکمل اطاعت کرے۔ جیسے ایک عبد اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔

تبصرہ

میری نظر میں دینی تعلیم اور تربیت کی تمام جہتوں کو مد نظر رکھیں تو تعلیم وتربیت کا آخری ہدف عبد بننا نہیں ہو سکتا چونکہ تعلیم وتربیت کی بعض جہات جیسے ذوق و ہنر میں انسان اس لیے کمال حاصل کرے کہ خدا کا عبد بن جائے، سازگاری نہیں رکھتا۔ اگر دقت کی جائے تو ایک عبد اپنے مولیٰ کی رضایت اور خوشنودی کے لیے ذوق اور ہنر میں کمال حاصل کرتا ہے۔ انسان عبد پہلے بنتا ہے پھر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کوشش کرتا ہے۔ اگر عبد ہونے سے مراد یہ لی جائے کہ انسان اپنے ذوق و ہنر کو خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کمال تک لے

جائے تو ذوق و ہنر میں کمال حاصل کرنا ضروری نہیں چونکہ خدا نے تو نہیں کہا کہ ذوق و ہنر میں کمال حاصل کرو، پس کمال کس لیے؟ یہ سوال رہ جاتا ہے۔ کیا عبد بننے کے لیے ذوق و ہنر میں کمال حاصل کریں؟

لیکن اگر ذوق و ہنر میں کمال اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے اللہ کی رضایت اور خوشنودی حاصل ہو۔ جب انسان اللہ کی رضا اور خوشنودی کی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو پہلے اللہ کا عبد بنے گا پھر خوشنودی اور رضایت بھی اسے حاصل ہو جائے گی۔ البتہ مختلف توجیہات کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا آخری ہدف عبد بننا ہے یا اللہ کا قرب و خوشنودی ہے۔ جن کا مفہوم جدا لیکن مصداق ایک ہی ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت کا آخری ہدف خدا کا قرب و خوشنودی دوسرے بتائے گئے اہداف کی نسبت زیادہ سازگاری رکھتا ہے۔

مفہوم شناسی ہدف

اہداف، شاگردوں کی سمت اور مقصد کو متعین کرتے ہیں۔ انسان کی مختلف سرگرمیاں ہدف سے مربوط ہوتیں ہیں۔ "بنیادی طور پر، مقصد کے بغیر کوئی شعوری سرگرمی نہیں ہوتی، کیونکہ جب تک فاعل کو معلوم نہ ہو کہ وہ کس مقصد کی طرف بڑھ رہا ہے وہ درست قصد اور غرض نہیں رکھ سکتا۔ [3]

لغت میں ہدف

لغت میں ہدف کا مطلب ہر اونچی چیز جیسے عمارت، ٹیلہ اور پہاڑ کے ہیں۔ تقریباً مقصد کے معانی میں ہے۔ تیر اندازی کے نشانہ کو فارسی میں ہدف کہتے ہیں چونکہ اونچائی پر رکھا جاتا ہے۔ [4] لفظ ہدف کے مترادف الفاظ آخری، اختتام اور نہایت کے ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ بعض اوقات یہ آخر اور اختتام خارج میں حقیقتاً موجود ہوتا ہے جیسے تیر اندازی میں نشانہ کو ہدف کہتے ہیں بعض دفعہ یہ آخر اور نہایت ذہنی ہوتا ہے، جیسے پھول کی خوشبو سونگنا انسان کی غرض، مقصد اور شوق ہو۔ [5]

فلسفہ کی اصطلاح میں ہدف

فلسفہ کی اصطلاح میں ہدف یا نہایت وہ چیز ہے جسے انسان ٹارگٹ بناتا ہے، یعنی انسان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کا آخر مقصد کیا ہے، مثال کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے، مجرم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ ایک بے گناہ کو قتل کرنا تھا۔ یہ ہدف وہ ہدف ہے جو ان کا مطلوبہ ہدف ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت میں، ہدف یہ نہیں ہے کہ جسے لوگ انجام متعین ہیں بلکہ وہ ہے جہاں لوگوں کو پہنچنا چاہیے وہاں پہنچیں۔ [6]

تعلیم و تربیت کی اصطلاح میں ہدف

تعلیم و تربیت کی اصطلاح میں ہدف وہ نتیجہ ہے جو ماہرین اور منصوبہ سازوں کے نقطۂ نظر سے منصوبہ بندی کے ذریعہ مخصوص اعمال انجام دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نتائج/اہداف اساتذہ اور شاگردوں کے نقطۂ نظر

سے ہوں جنہیں تعلیمی اور تربیتی معاملہ کے نتائج کے طور پر حاصل کیا جائے، اہداف وہ ہیں جنہیں انسان کو حاصل کرنا چاہیے یعنی وہ چیزیں جو بلند مقام پر ہوں اور انسان کو چاہیے کہ ان کا پیچھا کرے اور ان کے حصول کے لیے کوشش کرے۔ایسا عمل ہے جس کی منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے، یہ اختیاری اور ارادہ کے ساتھ معین ہوتا ہے۔ [7]

اہداف کی انواع

1. آخری ہدف
2. درمیانی اہداف

1۔آخری ہدف

وہ ہدف ہے، جس سے اوپر کوئی ہدف نہیں ہوتا جس تک انسان کو چاہیے پہنچے۔ تعلیم و تربیت میں وہ آخری ہدف اللہ کا قرب اور رضایت ہے۔ [8]

2۔درمیانی اہداف

درمیانی اہداف وہ اہداف ہیں جو آخری مقصد نہیں ہیں، بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مثلا تقویٰ اعلیٰ ہدف ہے، لیکن عدل و انصاف، تقویٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اعۡدِلُواْ هُوَ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ (8:5) ترجمہ: "عدل کرو جو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے! اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔" مذکورہ آیت میں تقویٰ کو بڑا ہدف بتایا گیا ہے اور تقویٰ تک پہنچنے کے لیے ایک درمیانی ہدف بتایا گیا ہے وہ عدالت ہے۔ پس سارے اہداف ایک مقام اور مرتبہ کے نہیں ہیں۔ عدالت برقرار کرنا درمیانی ہدف ہے اور تقویٰ کا حصول اس سے بڑا ہدف ہے۔وہ سارے اہداف جو آخری ہدف کو پانے کا ذریعہ ہوں انہیں درمیانی اہداف کہا جائے گا۔

درمیانی اہداف کی اقسام

درمیانی اہداف کو بھی تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1. الٰہی اہداف

وہ اہداف ہیں جن کا فائدہ آخرت سے مربوط ہے ممکن ہے کہ ظاہراً مادی لحاظ سے انسان کو ضرر نظر آئے لیکن شخص اللہ پر ایمان کی وجہ سے ان اہداف تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ان اہداف کو انسان فقط اللہ کے بتائے ہوئے حکم کی وجہ سے پانے کی کوشش کرتا ہے۔ظاہراً ان اہداف میں اس کا کوئی ذاتی یا اجتماعی مفاد نہیں ہوتا۔

2. شخصی اہداف

یہ وہ اہداف ہیں جن کا فائدہ خود شخص کی ذات سے مربوط ہے، ممکن ہے ان اہداف سے اجتماع کو کوئی فائدہ نہ پہنچے

اور ممکن ہے ان اہداف کو ایک غیر مسلمان بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے اور پا لے۔

3. اجتماعی اہداف

یہ وہ اہداف ہیں جو معاشی تربیت کے نتیجے میں معاشرے کو پہنچتے ہیں، ان اہداف کے حصول میں ممکن ہے کہ ایک شخص کو انفرادی طور پر نقصان ہو۔ ان اہداف میں اجتماعی مفاد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ جیسے مستحقین تک رسائی حاصل کرنا، معاشرے کی فلاح و بہبود، معاشرے کی تعمیر اور ترقی وغیرہ۔ اس تحقیق میں ہم فقط الٰہی اہداف کو زیر بحث لائیں گے۔

معاشی تربیت کے الٰہی اہداف

1. اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی شناخت

انسان کی معاشی تربیت کا ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا کی ذات اور صفات کو پہچانے۔ قرآن میں اس مطلب کو بارہا بیان کیا گیا۔ وَ ما مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللهِ رِزْقُها (6:11) ترجمہ: "۔۔۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے۔" قرآن میں اللہ نے انسان کی معاشی تربیت کے لیے یہ بھی بیان کیا کہ تم کسی کو رزق نہیں دیتے ہو، بلکہ سب کو اللہ رزق دیتا ہے۔ وَ جَعَلْنا لَكُمْ فيها مَعايِشَ وَ مَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرازِقينَ (20:15) ترجمہ: "۔۔۔ اور ہم نے اس میں تمہارے لیے روزی کے اسباب بنا دیے ہیں اور ان کے لیے بھی جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو۔" خدا چاہتا ہے کہ انسانوں، جانوروں اور جانداروں کے بارے میں بیان کرے جنہیں انسان روزی نہیں دیتا بلکہ اللہ دیتا ہے۔[9]

قرآن میں انسان کی معاشی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی دنیا کے مال و متاع کی بات کی ہے ان اموال اور متاع دنیا کو اللہ کی طرف نسبت دی ہے۔ سورہ بقرہ کی ٦٠ نمبر آیت میں فرمایا! كُلُوا وَ اشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللهِ۔ اس آیت میں خدا وند تعالیٰ نے گویا انسان کو یہ بتایا ہے کہ رازق اصلی خدا ہے۔ خدا وند تعالیٰ بندوں کی مصلحت کے مطابق انسانوں کو رزق دیتا ہے۔ وَ اللهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشاءُ بِغَيْرِ حِسابٍ (212:2) ترجمہ: "۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔" رزق سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں، بلکہ ہر وہ نعمت ہے جو جو اللہ بندوں کو عنایت کرتا ہے، چاہے اس دنیا کی نعمتیں ہوں جیسے عقل، ایمان، اخلاق، اعمال صالحہ، مال و دولت، اولاد، لمبی عمر، صحت و سلامتی، سعادت کی توفیق وغیرہ ہوں یا اور آخرت کی جسمانی اور روحانی نعمتیں ہوں۔

مَنْ يَشاءُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی عنایات مشیّت، حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے، جس میں خدا مصلحت دیکھتا ہے اسے دیتا ہے اور اس کی بنیادی شرط قابلیت ہے۔[10] اللہ نے جہاں اپنی رازقیت کا ذکر کیا وہاں اپنی دوسری

صفات بھی بیان کیں تاکہ انسان انہیں پہچانے۔ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِين (58:51) ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔" جس سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ قرآن کی رو سے انسان کی معاشی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کی صفات اور ذات کی خوب شناخت حاصل کرے۔

2. معاشی آزمائش میں صبر

اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے۔ زیادہ تر انسان کی معاشی آزمائش ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔۔۔ (28:8) ترجمہ: "اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں۔" جس طرح مالی نقصان آزمائش ہے، اسی طرح دولت کی فراوانی بھی آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں وہی کامیاب ہوگا جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ مند ہوگا۔ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155:2) ترجمہ: "اور ہم تمہیں کچھ خوف سے اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔" وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بلا یبلو سے ہے جس کا مطلب اختیار اور شدّت، سختی اور نرمی میں آزمائش میں ڈالنا ہے۔[11] بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ شیئی، میں مِنْ کے ذریعے ہر قسم کے خوف کو بیان کیا ہے۔ خوف، اور اس میں اس کی وہ تمام قسمیں شامل ہیں جن پر آفات کا عنوان لاگو ہوتا ہے، جیسے نعمتوں کے ضائع ہونے کا خوف، آفات کا خوف، ظالموں اور جابروں کا خوف، اور اس طرح کے دیگر خوف۔ لیکن کچھ خوف ممدوح ہیں جیسے خدا کا خوف اور برے انجام اور خدا کے گناہ اور عذاب کا خوف اس بحث سے خارج ہے۔[12] معاشی تربیت کے نتیجہ میں انسان پر جو بھی مصیبت آئے گی از جملہ معاشی مصیبت وہ اسے خدا کی طرف پلٹا دے گا۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (156:2) ترجمہ: "جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم تو اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

پس معاشی تربیت کے مبنا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی آزمائش لینی ہے اور اس آزمائش میں کامیابی اسے ہی ملے گی جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ مند ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہوگا کہ مال کی تنگی اور فراوانی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو جوڑ کر رکھے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ متربّی اللہ کی آزمائش سے آگاہ ہو اور آگاہی کے ساتھ اس آزمائش میں کامیاب ہو جائے۔

3. خدا کی نسبت فقر کا احساس ایجاد کرنا

معاشی تربیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان ہمیشہ خود کو خدا کا محتاج سمجھے۔ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے اسے خدا کی

عطا اور لطف سمجھے نہ اپنی قابلیت اور محنت کا نتیجہ سمجھے۔ اگر انسان ایسا تصور نہیں کرے گا تو جب بھی مالدار ہو گا طغیان کرے گا، زمین میں فساد برپا کرے۔ كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰO أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (96: 6، 7)
ترجمہ: "ہر گز ایسا نہیں، بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے جب اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔"

انسان کی اس طغیان گری اور فساد کی جڑ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ انسان اور کوئی بھی دوسری مخلوق کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے غنی نہیں ہو سکتی بلکہ ہمیشہ مخلوق خدا کے فضل و کرم کی محتاج رہتی ہے اور اگر اس کے فضل میں ایک لمحے کے لیے بھی خلل پڑتا ہے تو یہ ساری مخلوق اسی لمحے فنا ہو جائے گی، لیکن انسان کبھی یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔[13]

معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ فرد کے اندر اس احساس کو زندہ کرے کہ وہ ہمیشہ خدا کا محتاج ہے اور خدا سے غنی نہیں ہے۔ يا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (15:35) ترجمہ: "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے۔" يا أَيُّهَا النَّاسُ میں خطاب عام ہے۔ یہ خطاب تمام انسانوں، بادشاہوں، طاقت ور لوگوں، امیروں، غریبوں اور بھیکاریوں سب کو شامل ہے۔[14] اس آیت میں "فقراء" کا کلمہ بطور معرفہ آیا ہے۔ اس میں خدا یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ تم سب لوگ شدّت کے ساتھ اللہ کے محتاج ہو، اگر فقراء کو نکرا لایا جاتا تو اس سے مراد یہ ہوتی کہ آپ بعض امور میں فقرا ہیں۔[15]

خدا وند تعالیٰ نے قرآن میں قارون کو مثال کے طور پر بیان ہے جس کو اللہ نے بہت زیادہ مال و متاع دیا ہوا تھا وہ گمان کرتا تھا کہ یہ مال و متاع اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہے، قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي (78:28) ترجمہ: " قارون نے کہا! مجھ کو یہ سب کچھ اس علم کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔" اس کے جواب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا (78:28) ترجمہ: "اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ قوموں میں سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے زیادہ اور مال جمع کرنے میں اس سے بڑھ کر تھے۔"

خلاصہ یہ کہ انسان کی معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ انسان کبھی بھی یہ گمان نہ کرے کہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ اس کی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ انسان کی قابلیت اور محنت وسیلہ بنی کہ اللہ تعالیٰ اپنا لطف اور کرم کرے۔ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق جو محنت کرتا ہے خدا اسے اس کا ثمرہ دیتا ہے۔ بہت زیادہ قابل اور محنتی افراد ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ مال و متاع سے نہیں نوازتا۔ بہت زیادہ انسان ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بغیر قابلیت اور محنت کے بھی مال و متاع دے دیتا ہے۔

4. اللہ تعالیٰ کی نسبت حُسنِ ظَنّ پیدا کرنا

ظَنّ کا مطلب کبھی خیال اور گمان اور کبھی یقین ہوتا ہے۔ یہاں حُسنِ ظَنّ کے معنی یقین کے نہیں ہیں، بلکہ خدا کی طرف نیک اور اچھا گمان یا خیال کرنا ہے۔ معاشی تربیت کے مبانی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر شخص کو آزمائے گا۔ اگر انسان کی دینی معاشی تربیت نہ ہو تو وہ خدا کی نسبت بدگمان ہو سکتا ہے، یہ اللہ کی سنتوں میں سے ہے کہ وہ ہر انسان کی معاشی آزمائش کرتا ہے کسی کو رزق دے کر آزماتا ہے اور کسی سے رزق لے کر آزماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کو رزق دیتا ہے تو معمولا انسان یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا ہے۔ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (15:89) ترجمہ: "لیکن انسان تو ایسا ہے کہ جب اسے اس کا ربّ اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو پھر یہ انسان کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے عزت بخشی ہے۔" لیکن جب خداوند تعالیٰ رزق میں تنگی کرتا ہے تو اگر انسان کی اگر معاشی تربیت نہ ہو تو انسان کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کر دیا: وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (16:89) ترجمہ: "لیکن جب اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے پھر اس پر اس کی روزی کو تنگ کرتا ہے تو یہ انسان کہتا ہے میرے ربّ نے میری توہین کی ہے۔"

ربّی اھانن سے مراد: أذلّنی بالفقر، و لم یشکر اللہ علی ما أعطاہ من سلامۃ الجوارح و رزقہ من العافیۃ و الصحّۃ۔[16] ترجمہ: "فقر سے ذلیل کرنا ہے اور جو کچھ اللہ نے اسے عطا کیا ہوا ہے جن میں سے بدن اور جسمانی اعضاء کی صحت و سلامتی، کا شکر ادا نہیں کرتا۔" قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب ہم انسان کو نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان سے نعمات چھینتے ہیں تو وہ ناامید ہو جاتا ہے۔ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ (9:11) ترجمہ: "اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے ہیں بے شک وہ ناامید ہونے والا اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔" خدا کی نسبت یہ بدگمانی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ (23:41) ترجمہ: "اور تمہارے اسی ظن (خیال/گمان) نے جو تم نے اپنے ربّ کے حق میں کیا تھا تمہیں برباد کیا پھر تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔"

پس معاشی تربیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان تنگی یا کشائش رزق ہر حال میں خدا کی نسبت اچھا گمان رکھے یہ اس کا اعتقاد ہونا چاہیے کہ جو خدا کر رہا ہے وہی اس کے لیے بہتر ہے۔

5. خلوص پیدا کرنا

خلوص کا مطلب، خالص کرنا، پاک کرنا اور چننا ہے۔[17] خالص اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں بالکل بھی ملاوٹ

نہ ہو۔ اصطلاح میں اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی اور چیز سے بری ہو جائے۔ [18] یہاں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ متربّی معاشیات کے میدان میں جو بھی کام (انفاق، فضل، احسان، زکواۃ، خمس وغیرہ) انجام دے وہ فقط خدا کے لیے دے۔ مخلص ہونے کی صفت بہت اہم ہے، قرآنی آیات کی روشنی میں ابلیس نے بھی یہ اقرار کیا کہ وہ مخلص کو گمراہ نہیں کرسکے گا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّـهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (38:82، 83) ترجمہ: "اس نے کہا! تیری عزت کی قسم میں ان سب کے سب کو گمراہ کر دوں گا مگر تیرے ان بندوں کے جو تیرے خالص بندے ہوں گے۔"

جالب ہے کہ مشرکین بھی یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ذکر آتا تو ہم بھی مخلص بندے ہوتے۔ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْراً مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِين (37: 169-167) ترجمہ: "اور وہ تو کہا کرتے تھے، اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا کوئی ذکر (کتاب) ہوتا تو ہم حتماً اللہ کے خالص بندے ہوتے۔" معاشی تربیت کا ایک ہدف انسان کے اندر خلوص ایجاد کرنا ہے۔ وَمَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَـهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَتَثۡبِيۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُكُلَهَا ضِعۡفَيۡنِ‌ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ (2:265) ترجمہ: "اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط کرکے خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جس طرح بلند زمین پر ایک باغ ہو اس پر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا، اور اگر اس پر مینہ نہ برسا یا تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ آپ کے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

معاشی تربیت کا ایک ہدف یہ ہے کہ انسان اس مقام تک پہنچ جائے کہ جو بھی معاشی کام کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ اس کا انفاق، حج، زکواۃ دینے سے آخری ہدف خدا کی رضایت جلب کرنا ہو۔

6. خدا کا شکر گزار بندہ بنانا

شکر، نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہے یہ اظہار واضح اور روشن ہونا چاہیے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کشر یعنی کشف سے بدلا ہے۔ اس کی ضد کفر ہے۔ کفر سے مراد نعمتوں کو بھول جانا اور چھپانا ہے۔ شکر کے بارے میں مفردات کی عین عبارت یہ ہے۔ الشُّكْرُ: تصوّر النّعمة وإظهارها، قيل: وهو مقلوب عن الكشر، أي: الكشف، ويضادّه الكفر، وهو: نسيان النّعمة وسترها، ودابّة شكور: مظهرة بسمنها إسداء صاحبها إليها، وقيل: أصله من عين شكرى، أي: ممتلئة، فَالشُّكْرُ على هذا هو الامتلاء من ذكر المنعم عليه. [19] شکر گزار جانور، اپنے مالک کے لیے موٹاپے کے ساتھ شکر گزاری کو ظاہر کرتا ہے اور کہا گیا ہے، میرے شکر یہی ہے۔۔۔۔

شکر کی تین اقسام ہیں۔

1. **شکر قلبی**؛ نعمت کو یاد کرنا اور اس کا اظہار ہے۔
2. **شکر لسانی**؛ شکر لسانی یہ ہے کہ جس نے نعمت دی ہے اس کی مدح کرنا۔
3. **شکر عملی**؛ شکر عملی یہ ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق کا بدلہ دینا۔[20]

خداوند تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اپنی نعمتیں دینے کا ہدف یہ بیان کیا ہے کہ انسان شکر کرے۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (12:45) ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے تسخیر کر دیا تاکہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شاید تم اس کا شکرادا کرو۔" اسی طرح فرمایا: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّباتِ ما رَزَقْناكُمْ وَ اشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (172:2) ترجمہ: "اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیں ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔" مِنْ طَيِّباتِ ما رَزَقْناكُمْ میں من کی تبعیضیہ ہے اس کی تعبیر اس لیے ہے کہ تمام پاکیزہ چیزیں جتنی چاہو کھاؤ اور وہ تمہیں دستیاب ہیں اور طیبات کی تعبیر فضل اور احسان ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے حکمت اور مصلحت کے مطابق تمہارے کھانے پینے کی چیزوں کو طیّب اور پاکیزہ بنایا تاکہ آپ ان سے لطف اندوز ہو سکیں اور نعمتیں دینے والے کا شکر ادا کریں۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا: وَهُوَ الَّذِى سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُواْ مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُواْ مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُواْ مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (14:16) ترجمہ: "اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو تسخیر کر دیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اُس کے فضل کو تلاش کرو اور شاید تم شکر کرو۔"

قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان کو نعمتیں دینے کا ایک ہدف یہی ہے کہ انسان اللہ کا شکر ادا کرے۔ اس ہدف کو اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں بیان کیا ہے۔ عقلا اور اخلاقا بھی منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہے لیکن چونکہ انسان کی طبیعت میں ہے کہ انسان ناشکرا ہے اس لیے انسان کی تربیت کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ تربیت انسان کو سیکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرے۔؟

4. متقی بنانا

تقویٰ اتقاء سے ہے اس میں دونوں معانی محفوظ رکھنا اور پرہیز کرنا کے ہیں۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ حقیقت تقویٰ یہ ہے کہ انسان کا اپنے آپ کو کسی ایسی چیز سے بچانا اور محفوظ کرنا ہے جس کا خوف ہو۔ پھر تقویٰ کو خوف

اور خوف کو تقویٰ کہتے ہیں۔[21]

پس اصطلاح میں تقویٰ کی دو جہتیں ہیں۔ واجبات ادا کرنا اور محرمات کو ترک کرنا۔ جو برائیوں سے بچتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔ فَمَنِ اتَّقٰی وَ أَصْلَحَ فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لا هُمْ يَحْزَنُونَ (35:7) ترجمہ: "پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا ایسوں پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔"

متقی، تقویٰ سے مشتق ہے۔ جس کا مادہ (و ق ی) ہے۔ وقایہ و وقاء شئی کو اذیت اور ضرر سے محفوظ رکھنا ہے۔ وقایہ قرآن میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ا۔ خدا نے ہمیں محفوظ رکھا

خدا نے ہم پر احسان کیا ہے اور ہمیں لُو کے عذاب سے محفوظ رکھا: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنا وَ وَقانا عَذابَ السَّمُومِ (27:52) ترجمہ: "پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔" ہمارے گناہوں کو بخشا اور آتش جہنم سے محفوظ کیا۔ فَاغْفِرْ لَنا ذُنُوبَنا وَ قِنا عَذابَ النّارِ (16:3) ترجمہ: "وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے ہیں سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔"

۲۔ پرہیز کرنا

جو افراد اپنے نفس کو بخل سے محفوظ رکھیں گے وہ نجات پانے والے ہیں: وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (9:59) ترجمہ: "اور جسے اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔" بعض آیات میں انسان کی خلقت کا ہدف تقویٰ بتایا ہے۔ يا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون (21:2) ترجمہ: "اے لوگو! اپنے اس ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔" قرآن کی اس آیات کے مطابق عبادت کا ہدف بھی تقویٰ بیان کیا گیا ہے۔

بعض آیات میں مقام تقویٰ تک پہنچنے کی جو روشیں بیان کی گئی ہیں وہ معاشی تربیت سے مربوط ہیں۔ لَنْ تَنالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمّا تُحِبُّونَ (92:3) ترجمہ: "ہر گز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی اس چیز کو خرچ کرو جسے تم سب سے زیادہ پسند کرتے ہو۔"

"بِرّ" کا اصل معنی وسعت ہے اور اسی وجہ سے وسیع صحراؤں کو "بَر" (ب پر فتح کے ساتھ) کہتے ہیں اور اسی وجہ سے نیک کاموں کو جن کے نتائج وسیع ہوں اور دوسروں تک پہنچیں، "بِرّ" (ب پر کسرہ) کہتے ہیں، "بِرّ" اور "خَیر" میں فرق یہ ہے کہ "بِرّ" توجہ اختیار اور ارادہ کے ساتھ ہے لیکن "خَیر" عام ہے اور ہر قسم کی نیکی کو شامل ہے اگرچہ بغیر توجہ اور اختیار کے ہو۔ آیت میں مذکور "بِرّ" سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے مختلف مطالب بیان

کیے ہیں بعض نے اس سے جنت مراد لی ہے اور بعض نے کفایت پرہیزکاری اور تقویٰ اور بعض نے جزائے خیر کا معنی لیا ہے۔ لیکن قرآن کی آیات کی روشنی میں اس کا معنی وسیع ہے اس سے مراد تمام نیک اعمال ایمان اور پاکیزہ اعمال سب شامل ہیں۔[22]

جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 177 میں بیان کیا گیا ہے کہ "خدا اور روز جزا اور انبیاء پر ایمان، اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا، نماز اور روزہ رکھنا، اور عہد کی پاسداری کرنا، اور مشکلات اور حادثات میں ثابت قدم رہنا سب بِرّ میں شامل ہیں۔ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (2:177) ترجمہ: "یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر، اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے، اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے، اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کر لیں، اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔"

مذکورہ بالا آیت کے مطابق، متقی وہی لوگ ہیں جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ ہوتے ہیں۔ انسان متقی اپنی معاشیات کو ایسے قرار دے جیسے خدا چاہتا ہے۔ یتیموں، مسکینوں، رشتہ داروں مسافروں پر ایسے مال خرچ کرے، جیسے خدا چاہتا ہے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف انسان کو متقی بنانا ہے۔ متقی سے مراد یہ ہے کہ انسان معاشات کے میدان میں اپنے واجبات زکواۃ، خمس اور حج وغیرہ ادا کرے اور حرام کاموں پر اپنا مال خرچ کرنے سے اجتناب کرے۔

5. تمام اموال کو خدا کی راہ میں قرار دینا

معاشی تربیت کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ متربّی کے پاس جو کچھ بھی ہے اسے وہ اللہ کی طرف سے عطا سمجھے۔ وَلَهُ ما فِي السَّماوَاتِ وَالْأَرْض...... وَما بِكُم مِن نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ (16: 53-54) ترجمہ: "اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔۔۔۔ اور تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے سو اللہ کی طرف سے ہے۔" جو کچھ بھی وہ خرچ کرے یہ نہ سمجھے کہ اپنے مال سے خرچ کر رہا ہے بلکہ وہ یہی سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال سے خرچ کر رہا ہے۔ وَ

آتُوهُمْ مِنْ مالِ اللهِ الَّذی آتاکُم (33:24) ترجمہ: "اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے۔" يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (2:254) ترجمہ: "اے وہ لوگو جو ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

معاشی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ضرر نہ سمجھے۔ اپنی ذات پر بھی دل کھول کر خرچ کرے اپنی ضروریات بھی پوری کرے لیکن خود پر ایسے خرچ کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اپنی تمام جسمانی اور روحی ضروریات کو پورا کرے۔ انسان اپنی دنیا اور آخرت میں توازن برقرار رکھے، بلاوجہ خود کو ضرر میں نہ ڈالے جیسے مثلاً اس پر حج واجب نہ ہوا ہو اور مال بھی اتنا ہو کہ حج پر جانے کی وجہ سے اس کی زندگی اور کاروبار ڈوب سکتا ہو تو حج انجام نہ دے۔ اپنی ضروریات کو پورا کرے۔

پس معاشی تربیت کا ہدف یہ ہے کہ متربّی اپنے تمام اموال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسے مصرف کرے کہ خدا اس سے راضی ہو۔ اپنی ضروریات کو بھی ایسے پورا کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نتیجہ

انسان کی معاشی تربیت کے کچھ اہداف ایسے ہیں جن کا خود شخص کو فائدہ پہنچتا ہے۔ معاشی تربیت کے نتیجے میں اپنی زندگی اطمینان قلب سے گزارتا ہے، وہ قناعت، صبر، اپنی سعی اور کوشش وغیرہ سے اپنی ضروریات کو بہتر انداز میں پورا کرتا ہے اور ہمیشہ امیدوار رہتا ہے۔ انسان کی ذات سے ہٹ کر معاشی تربیت کے بعض مقاصد اجتماعی ہیں جن کا فائدہ معاشرے کو پہنچتا ہے ممکن ہے بعض موارد میں انسان کے شخصی مفاد کو ٹھیس پہنچے، جیسے معاشرے میں امیر لوگ معاشرے کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مستحقین تک رسائی حاصل کرتے ہیں، اسی تربیت کی وجہ سے امیر لوگ طغیان، سرکشی، تکبر اور دوسروں کا استحصال نہیں کرتے ہیں۔

بعض اہداف ان سے زیادہ مہم ہیں جو فقط دینی تربیت کے اندر پوشیدہ ہیں وہ اہداف الہیٰ ہیں۔ الٰہی اہداف انفرادی اور اجتماعی اہداف حاصل کرنے میں زیادہ معاون ہیں۔ ان اہداف کا تعلق ایمان بالغیب یعنی اللہ، انبیاء اور آخرت پر ایمان سے ہے۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان اہداف کے پیش نظر فرد مستحقین کی مدد کرنے میں اپنا نقصان نہیں سمجھے گا۔ معاشرے میں غریبوں، فقیروں پر خصوصی توجہ دی جائے گی، امیروں اور غریبوں کا فرق کم ہو جائے گا۔ خدا کی خاطر غریبوں، امیروں سب کا معاشرے میں احترام ہو گا۔ اخلاقی اقدار باقی رہیں گے، انسانیت زندہ رہے گی۔ الٰہی اہداف کے پیشِ نظر انسان خود اپنے ساتھ ساتھ معاشرے کو بھی آگے لے کر جائے گا اور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کا ذخیرہ بھی جمع کر لیتا ہے۔

معاشی تربیت کے نتیجے میں جو اہداف حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی شناخت حاصل ہوتی ہے انسان خود کو ہمیشہ خدا سے وابستہ کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ انسان کی معاشی آزمائش لیتا ہے چاہے مال کرلے یا مال لے کر ہر دو صورتوں میں کامیاب ہوتا ہے، ہمیشہ خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نسبت بدگمان نہیں ہوتا، ہر کام خلوص کے ساتھ انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا متقی بندہ بننے کی کوشش کرتا ہے بالآخر اس تقویٰ کی وجہ اپنی پوری معاشی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے فرامین کے مطابق لے آتا ہے۔

*****

References

---

1. A group of writers, *Philsafa Tahleem wa Tarbiyat*, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1391 SH), 212-215.

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت*، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ہ.ش)، 212-215۔

2. Dr. Khosrow, Bagheri, *Nagai Dobara ba Tarbiyat Islami*, Vol. 1, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1389 SH), 53.

ڈاکٹر خسرو، باقری، *نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی*، ج ا، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1389ہ.ش)، 53۔

3. Ali Raza, Arafi, *Fiqh Tarbiati*, Vol. 1, (Qom, Intasharat Mowsa Farangi Hunri Eshraq wa Irfan, 1391 SH), 152.

علی رضا، اعرافی، *فقہ تربیتی*، ج1، (قم، انتشارات موسسہ فرہنگی ہنری اشراق وعرفان 1391ہ۔ش)، 152۔

4. Muhammad Ibn Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab*, Vol. 9, (Beirut, Dar al-Fakr Lal-Tafta va-Nashar va al-Tawzii-Dar Sadir, 1414 AH), 345; Ismail bin Hammad, Johari, *Al-Sahah*, Taj al-Lagha wa Sahah al-Arabiya, Vol. 4, (Beirut, Dar al-Alam LilMillaions, 1410 AH), 422, Khalil bin Ahmad, Farahidi, *Kitab Al-Ain*, Vol. 4, (Qom, Nashar Hijrat, 1410 AH), 28-29.

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب*، ج9، (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع-دار صادر، 1414ق)، 345 ۔ اسماعیل بن حماد، جوہری، *الصحاح*، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، ج4، (بیروت، دار العلم للملایین، 1410ہ۔ق)، 422، خلیل بن احمد، فراہیدی، *کتاب العین*، ج4، (قم، نشر ہجرت، 1410ہ۔ق)، 28-29۔

5. Arafi, *Fiqh Tarbiati*, 152.

اعرافی، *فقہ تربیتی*، 152۔

6. A group of writers, *Philspha Tahleem wa Tarbiyat*, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1391 SH), 214.

گروہی از نویسندگان، فلسفہ تعلیم وتربیت، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ہ.ش)، 214۔

7. Ibid, 214.

ایضاً، 214۔

8. Ibid, 212-215.

ایضاً، 212-215۔

9. Nasir Makarem, Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 11, (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiya, 1374 SH.), 55.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج11، (تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، 1374ہ.ش)، 55۔

10. Syed Abdul Hussain, Tayyab, *Tayyab Al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 2, (Qom, Intasharat Islam, 1378 SH), 395.

سید عبدالحسین، طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج2، (قم، انتشارات اسلام، سال1378ہ.ش)، 395۔

11. Ibid, Vol 2, 255.

ایضاً، ج2، 255۔

12. Ibid.

ایضاً۔

13. Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 27, 164.

شیرازی، تفسیر نمونہ، ج27، 164۔

14. Tayyab, *Tayyab Al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 11, 17.

طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج 11، 17۔

15. Mutrajman, Tarjma Tafsir Jawmia Al-Jamia, Vol. 5, (Mashhad, Bunyat wa Pasro Hashai Islami Astan Quds Razvi, 1377 SH), 213.

مترجمان، ترجمہ تفسیر جوامع الجامع، ج5، (مشہد، بنیاد پژوہشہای اسلامی آستان قدس رضوی، 1377ہ.ش)، 213۔

16. Abu Ishaq Ahmad Ibn Ibrahim, Saalabi Neishaburi, *Al-Kashaf wa al-Bayan An Tafsir al-Qur'an*, Vol. 10, (Qom, Dar Ihiya, 1422 AH), 201.

ابواسحاق احمد بن ابراہیم، ثعلبی نیشابوری، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج10، (قم، داراحیاء، 1422ہ.ق)، 201۔

17. Ibn Manzoor, *Lasan ul-Arab*, Vol. 3, 73. 174; Fakhr-u-din, Tureihi, Majmae-ol-Bahrain, Vol. 4, (Tehran, Mortazavi, 1375 SH.), Mada Khalas, 168-169.

ابن منظور، لسان العرب، ج3، 73-174؛ فخر الدین، طریحی، مجمع البحرین، ج4، (تہران، مرتضوی، 1375ہ۔ش)، مادہ خلص، 168-169۔

18. Hussain bn Muhammad, Raghab Esfahani, *Muferdad Al-faaz Al-Qur'an*, (Tehran, Dar-ul-Al-Dar al-Shamiya, 1412 AH), 293.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، (تہران، دار العلم-الدار الشامیۃ، 1412ہ۔ق)، 293۔

19. Ibid, 461.

ایضاً، 461۔

20. Ibid.

ایضاً۔

21. Syed Ali Akbar, Qurshi, *Qamoos Qur'an*, Vol. 7, (Qom, Daral Kutab Al-Islamiyaat, 1412 AH), 236.

سید علی اکبر، قرشی، *قاموس قرآن*، ج 7، (قم، دار الکتب الاسلامیۃ، 1412ھ.ق)، 236۔

22. Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 3, 3.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج3، 3۔